فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

سو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔

مسائل قربانی

قرآن وسنت کی روشنی میں

جمع وترتیب

پیرجی سید مشتاق علی شاہ صاحب

دار النعیم

نام کتاب .... مسائل قربانی قرآن وسنت کی روشنی میں

مرتب .... پیر جی سید مشتاق علی

صفحات ٦٤

طبع اوّل .... ستمبر ۲۰۱۵ء

ناشر .... دار النعیم۔اردو بازار۔لاہور

قیمت ....

ضروری اطلاع

قارئین کرام ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب میں تصحیح کی پوری پوری کوشش کی ہے تاہم اگر پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ہمیں ضرور آگاہ کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔

فہرست مضامین

مسئلہ نمبر 1: قربانی واجب ہے

قربانی کے واجب ہونے کے دلائل ادلہ اربعہ میں بہت سے ہیں۔ جن میں سے چند یہاں پر نقل کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم کو قربانی دینے کا حکم ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ؕ

سو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

(سورۃ الکوثر پ 30 آیت نمبر 2 ترجمہ حضرت تھانوی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی المتوفی ۱۲۲۵ھ اور اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فعلی هذا یثبت به و جوب صلوة العید و التضحیة

لہذا اس سے نماز عید اور قربانی کا واجب ہونا ثابت ہوا۔ (تفسیر مظہری ص353 ج10)

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

فصل لربک و انحر معناه ان فأسا كانوا یصلون بغير الله تعالیٰ و ینحرون بغير الله فأمر الله نبيه صلى الله عليه وسلم ان یصلی له و ینحر له متقربا الی ربه بذلک

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ غیر اللہ کی نماز پڑھتے تھے اور غیر اللہ کی قربانی کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تو اپنے رب کی نماز ادا کر اور قربانی کر۔ (تفسیر خازن)

اس آیت سے یہ واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اور علماء

فرماتے ہیں جس چیز کا حکم اور امر ہو وہ کم از کم واجب ہوا کرتا ہے۔علماء کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ کاسانی حنفی کا حوالہ:

علامہ کاسانی فرماتے ہیں۔

امر مطلق یہ وجوب کا تقاضا کرتا ہے عمل کے حق میں اور وعید واجب کے چھوڑ پر ہے۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج4ص194)

علامہ سرخسی کا حوالہ:

شمس الائمہ سرخی حنفی المتوفی 483 لکھتے ہیں۔

قربانی کو واجب قرار دینے کے سلسلے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فصل لربک والنحر ۔اپنے رب کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے،اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے اور قربانی نہ کرنے پر وعید کا لاحق کرنا اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب قربانی واجب ہو،اور نبی کریم صلی اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم نے فرمایا جس نے عید سے پہلے قربانی کی وہ قربانی کو دہرائے اور جس نے قربانی نہیں کی وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے،اس حدیث میں قربانی کا امر کیا ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' ضحوا '' قربانی کرو، یہ امر ہے اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے تو اس سنت سے مراد دین میں طریقہ ہے۔اور یہ وجوب کی نفی نہیں کرتا۔اور وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم پر قربانی فرض نہیں کی گئی،اس میں مخالفین کی دلیل نہیں ہے۔کیونکہ ہم قربانی کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔مکتوب فرض کو کہتے ہیں جس کا انکار کفر ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ پر قربانی فرض تھی۔اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو ایک سال یا دو سال تک قربانی نہیں کی اس کی وجہ ان کا

افلاس تھا یا ان کا حال سفر میں ہونا، انہوں نے قربانی اس لئے نہیں کی کہ لوگوں کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ افلاس یا سفر میں بھی قربانی واجب ہوتی ہے اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول کی بھی یہی تاویل ہے۔ (المبسوط سرخسی ج 12 ص 8-9)

امام سمرقندی کا حوالہ:

حضرت امام علاء الدین السمرقندی تحفۃ الفقہاء میں فرماتے ہیں

کہ صحیح ہمارا قول (احناف کا قول) ہے کیونکہ ارشاد خداوندی فصل لربک والنحر سونماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر حضرات مفسرین رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین نے فرمایا ہے کہ صلوۃ سے مراد نماز عید ہے اور النحر سے مراد قربانی ہے۔ امر وجوب کے لئے آتا ہے۔

(تحفۃ الفقہاء ج 3۔ص 114)

شارح ابوداؤد حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا حوالہ:

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپور لکھتے ہیں۔

و مطلق الامر للوجوب فی حق العمل اور مطلق امر کسی بھی عمل کے حق میں وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ (بذل المجہود شرح ابی داؤد ج 4 ص 68)

مولانا خالد گھرجاکھی غیر مقلد کا حوالہ:

مولانا خالد گھرجاکھی صاحب لکھتے ہیں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کیا قربانی واجب ہے یا سنت، جنہوں نے اسے واجب کہا ہے ان کے سامنے اوپر والی قرآن کی آیت اور احادیث متفقہ تھیں اور جو لوگ واجب نہیں جانتے وہ دوسری حدیث پیش کرتے ہیں۔

(مسئلہ قربانی اور بیمہ پر مفید بحثیں ماہ نومبر و دسمبر 1984 ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھی گوجرانوالہ)

دوسری دلیل:

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ آپ اعلان فرمادیں۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

آپ کہہ دیجئے بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے کوئی اس کا شریک نہیں ۔ اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبرداری کرنے والا ہوں ۔ (پارہ نمبر 8 سورۃ انعام 6 آیت نمبر 163-162)

اس آیت کریمہ میں قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں امرت کا لفظ ہے جس کا معنی یہی ہے ۔ کہ مجھے نماز اور قربانی کرنے کا امر ہوا۔ اور جس کا حکم اور امر ہو وہ اگر فرض نہ ہو تو واجب ضرور ہوا کرتا ہے۔ لہذا اس سے واضح ہوا کہ قربانی واجب ہے۔

مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید میں اگلی آیت سے استدلال پیش کرتے ہیں ۔ اور فرماتے ہیں وبذلک امرت (مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے) میں امر ہے جو کہ وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں پر قربانی کا ذکر بھی ہے لہذا یہ واجب ہے۔ بعض احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کا حکم عام صدقہ کا نہیں بلکہ یہ زیادہ موکد ہے اور اس میں وجوب کا درجہ پایا جاتا ہے۔ سورۃ کوثر میں بھی آیا ہے'' فصل لربک وانحر ''۔ یعنی اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں ۔ (تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن جلد 7 سورۃ الانعام ص 532)

امام ابوبکر جصاص رازی حنفی لکھتے ہیں ۔

و اما قرن انسک الی الصلوۃ دل علی ان المراد صلوۃ العید والا ضحیحۃ و ھذا یدل علی وجوب الاضحیۃ لقولہ تعالیٰ و بذلک امرت والامر یقتضی الوجوب۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نسک کو صلوۃ کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا تو اس سے یہ بات معلوم

ہوئی کہ یہاں صلوۃ سے عیداور قربانی مراد ہے اوراس قربانی کا وجوب بھی ثابت ہوا۔ کیونکہ (و بذالک امرت) موجود ہےاورامر سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

احکام القرآن کی اس عبارت سے بھی ثابت ہوا کہ قربانی واجب ہے۔

امام ابن کثیر کا حوالہ:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے اوران کے نام کی قربانی دینے والے مشرکوں کو بتلا دیں کہ ان کا طریقہ ان مشرکوں سے مختلف ہے ان کی نماز اور قربانی صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے نام کی ہے اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے فرمان فصل لربک وانحر ہی کی مانند ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج2 ص222)

تیسری دلیل:

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں طاقت ہواور پھر وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

(سنن ابن ماجہ باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا ص233 مستدرک حاکم ج2 ص232۔ مسند احمد ج3 ص321 نصب الرایہ فی تخریج احادیث ہدایہ ج4 ص207 الترغیب والترہیب ج2 ص155)

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو تنبیہ فرمارہے ہیں جو قربانی کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے۔ اوراس قسم کی سخت تنبیہ واجب کے چھوڑنے پر ہی ہوا کرتی ہے تو اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ قربانی واجب ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔

و مثل هذا الوعيد لا يحلق بترک غير الواجب۔

اس جیسی وعید لاحق نہیں ہوتی۔ واجب کے علاوہ چھوڑنے کو۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج21 ص215)

حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

و مما یوید الوجوب خبر من وجد سعة

ان میں سے وہ روایت بھی ہے جو قربانی کے واجب ہونے کی تائید کرتی ہے۔

چوتھی دلیل:

حدیث جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ۔

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بجلی عنہ کہتے ہیں میں عیدالاضحیٰ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا آپ نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کرلیا ہو وہ اب دوبارہ ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا وہ قربانی کرلے۔ (بخاری جلد 2 ص 834 باب من ذبح قبل الصلوۃ اعادہ)

پانچویں دلیل:

حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا پھر آپ نے یہ حکم دیا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ قربانی دوبارہ کرے۔

(مسلم جلد 2 ص 155 کتاب لاضاحی باب وقتھا)

چھٹی دلیل:

حدیث جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت جندب بن عبداللہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے ذبح کیا ہو پہلے اس کے کہ نماز پڑھی جائے تو چاہئے کہ دوبارہ ذبح کرے بجائے اس کے اور جس نے ذبح نہ کیا ہو اسے چاہے کہ ذبح کرے۔

(طحاوی شریف باب من نحر یوم النحر قبل ان ینحر الامام کتاب الصید والذبائح والاضاحی)

ساتویں دلیل:

حدیث عویمرؓ بن اسقر

یحییٰ بن سعید نے عباد بن تمیم سے روایت کی ہے کہ عویمرؓ میں اشقر نے قربانی کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے قربانی کری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ نے حکم دیا کہ پھر دوسری قربانی کرے۔ (موطاامام محمد کتاب الضحایا باب الرجل یذبح اضحیۃ قبل ان یغدو دیوم الاضحیٰ)

آٹھویں دلیل:

حدیث ابو بردہ رضی اللہ عنہ بن نیار

حضرت ابو بردہ بن نیار بیان کرتے ہیں ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ختم کرنے سے پہلے قربانی کرلی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔
(سنن داری مترجم جلد اول ص 788 باب فی الذبح قبل الامام)

نویں دلیل:

حدیث برآءۃ رضی اللہ عنہ۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید کے روز کھڑے ہوئے تو آپؐ نے فرمایا جو شخص ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھتا ہے۔ ہماری قربانی کی طرح قربانی کرتا ہے تو جب تک وہ نماز عید نہ پڑھ لے قربانی نہ کرے یہ سن کر میرے ماموں ابو بردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو عجلت سے قربانی کرلی تا کہ میں اپنے اہل خانہ اور پڑوسیوں کو کھلاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوبارہ قربانی کرو کیونکہ سابقہ قربانی ادا نہیں ہوئی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس بکری کا ایک دوسرا بچہ ہے جو ابھی ایک سال کا نہیں ہوا۔ اور میرے نزدیک وہ دو بکریوں کے گوشت سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا اسے ذبح کیجئے یہ تمہاری دو قربانیوں سے بہتر ہے اور تمہارے بعد یا تمہارے سوا بکری کا بچہ (جذعۃ) قربانی میں دینا درست نہیں۔

چھٹی دلیل سے لے کرنویں دلیل تک یہ احادیث بتارہی ہیں کہ آپؐ نے ایسے شخص کو جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تھی دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا جس سے ثابت ہوا کہ قربانی واجب ہے کیونکہ اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو آنحضرتؐ نماز عید سے پہلے قربانی کرنے والے کو کبھی بھی یہ حکم نہ دیتے کہ قربانی دوبارہ کرو۔

دسویں دلیل:

حدیث ابن عمرؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل مبارک۔

عن ابن عمر قال اقام رسول الله صلى الله عليه و سلم بالمدينة عشر سنين يضحى ۔

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔

(ترمذی ابواب الاضاحی باب ماجآء ان الشاة)(ج 1 ص 182)سند احمد ج 2 ص 38 مشکوة صـ 129)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ آپؐ نے کسی سال بھی قربانی نہیں چھوڑی آپؐ کا قربانی کرنے پر مواظبت فرمانا قربانی کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

گیارہویں دلیل:

حدیث انس رضی اللہ عنہ بن مالک۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔ (بخاری کتاب الاضاحی باب اضحیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

بارہویں دلیل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو قربانی کرنے کا حکم دینا۔

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیں ان کو بکریاں کہ بانٹ دیویں اس کو حضرت کے صحابہ میں قربانی کے لئے سو باقی رہ گئی اس میں سے ایک عتود یا ایک جدی سو ذکر کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سو فرمایا آپؐ نے (فقال ضح بہ انت) اس کی تم قربانی کردو۔ (ترمذی ج1 ص181 باب فی الجذع من الضان فی الاضاحی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپؐ نے قربانی کرنے کے لئے صحابہ کرام میں بکریاں تقسیم کی تا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قربان کریں۔ اور حضرت عقبہ بن عامر کو بھی حکم دیا کہ چاہئے تیرے حصہ میں عتود یا جدی آئی ہے تو اس کی قربانی کردے۔ آپؐ کا یہ امر فرمانا وجوب کی دلیل ہے۔

تیرہویں دلیل:

ام بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کے چھ ماہ کے بچے کی قربانی کرنے کا حکم دیا۔ (مجمع الزوائد ج4 ص19)

چودہویں دلیل:

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے کا حکم کیا۔ (بحوالہ قربانی کے چار دن پر ایک تحقیقی تبصرہ)

پندرہویں دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتیرہ سے منع فرمایا: عتیرہ ایک ذبیحہ تھا جسے لوگ رجب میں ذبح کرتے تھے آپؐ نے اس (عتیرہ) سے منع کیا اور انہیں قربانی کا حکم دیا۔ (مسند بزار بحوالہ مجمع الزوائد)

سولہویں دلیل:

حنش سے روایت کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا یہ کیا ہے (یعنی قربانی تو ایک دنبہ کفایت کرتا ہے تم دو کیوں کرتے ہو) تو

انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ میں ان کی طرف سے قربان کروں تو میں انہی کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد کتاب الضحایا باب الاضحیۃ عن المیت)

قرآن وسنت کے ان دلائل کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض فقہاء نے قربانی کو واجب کہا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں۔

بہر حال قربانی امام ابوحنیفہ امام محمد امام زفر امام حسن کے نزدیک واجب ہے اور ایک روایت حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج21 ص 115-214)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس دہلوی قریشی غیر مقلد لکھتے ہیں:

علماء کا اختلاف ہے کہ قربانی واجب ہے یا سنت موکدہ بہت سے علماء قربانی کو واجب بتاتے ہیں اور اس کے وجوب پر آیۃ فصل لربک وانحر سے استدلال کرتے ہیں لیکن اکثر علماء سنت موکدہ ہونے کے قائل ہیں۔ جانبین کی دلیلوں پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جو لوگ وجوب کے قائل ہیں ان کے دلائل مستحکم اور مضبوط ہیں۔ بدور الاہلہ میں طرفین کے دلائل کی خوب تحقیق کی گئی ہے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ جسے قربانی کا اس قدر مقدور ہو کہ ایک بکرا یا مینڈھا یا بھیڑ خواہ نر یا مادہ خرید سکتا ہو تو اسے قربانی کرنا واجب ہے۔

(دستور المتقی فی احکام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص176) (مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور)

تابعی کبیر امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا قربانی حاجیوں کے علاوہ شہر میں رہنے والے سب لوگوں پر واجب ہے۔ امام محمد نے فرمایا ہم اس کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (کتاب الاثار مترجم 576 باب الاضحیۃ واخصاء الفحل)

مسئلہ نمبر 2: قربانی کرنے والا ذوالحجہ کے چاند کے بعد اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کاٹے۔ یہ مستحب ہے

حدیث:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی قربانی کرنا چاہئے تو اپنے بال اور ناخن یونہی رہنے دے۔ (مسلم کتاب الاضاحی باب نہی من دخل علیہ عشر ذی الحجہ)

حدیث:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قربانی کرنا چاہئے وہ دس ذوالحجہ تک اپنے ناخن اور بال نہ کٹائے۔ پھر دسویں تاریخ کو قربانی کے بعد حجامت بنوائے۔ (نسائی کتاب الضحایا)

حنفی مسلک میں بال اور ناخن نہ کاٹنا مستحب ہے فرض واجب نہیں۔ علامہ ابن عابدین حنفی فرماتے ہیں۔ فھذا محمول علی الندب دون الوجوب بالاجماع یعنی عشرہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد سے لے کر اپنے جانور کی قربانی کرنے تک بال اور ناخن نہ کاٹنا یہ فعل مستحب ہے کوئی واجب نہیں اس پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ (فتاوی شامی ج 3 ص 66)

حدیث:

امام نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قربانی کی تو مجھے حکم دیا کہ ان کے لئے ایک سینگ والا بکرا خریدوں۔ پھر ان کی طرف سے قربانی کے دن عیدگاہ میں ذبح کروں۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ پھر قربانی کا جانور ان کے پاس لے جایا گیا تو

جب ان کا بکرا ذبح کیا گیا تو انہوں نے اپنا سر منڈایا وہ بیمار تھے لوگوں کے ساتھ عید گاہ نہ جا سکتے تھے۔ امام نافع نے یہ بھی روایت کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ قربانی دینے والے پر سر منڈانا واجب نہیں جب کہ اس نے حج نہیں کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں ہی سر منڈایا۔

امام محمد فرماتے ہیں۔

اور سر منڈوانے کے سلسلہ میں ہم وہی کہتے ہیں جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس نے حج نہیں کیا اس پر قربانی کے دن سر منڈانا واجب نہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ہمارے تمام فقہاء کا قول ہے۔

(موطا امام محمد مترجم ص 327 تا 329 کتاب الضحایا موطا امام مالک مترجم ص 368 کتاب الضحایا باب ما یستحب من الضحایا)

جو شخص قربانی کی حیثیت نہیں رکھتا وہ بھی اپنے بال نہ کاٹے

حدیث:

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ اضحیٰ کے دن (دسویں ذی الحجہ) کو عید کرنے کا جس کو اللہ جل جلالہ نے اس امت کے لئے عید قرار دیا ہے۔ ایک شخص بولا یا رسول اللہ اگر میں نہ پاؤں مگر ایک اونٹنی یا بکری جو پرائی ہو دودھ پینے یا مال لینے کے واسطے بطور عاریت کے مجھ کو ملی ہو کیا میں اس کی قربانی کروں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تو (عید کے روز) اپنے بال کترا اور ناخون اتار اور مونچھ کترا اور زیر ناف کے بال لے۔ بس یہی تیری قربانی ہے اللہ جل جلالہ کے نزدیک۔

(سنن ابوداؤد کتاب الضحایا باب ما جاء فی ایجاب الاضاحی) (نسائی کتاب الضحایات باب من لم یجد الاضحیہ)

اس حدیث سے ثابت ہوا جو شخص قربانی کی طاقت نہیں رکھتا اور قربانی کا اجر وثواب حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس مذکورہ طریقے پر عمل کر کے قربانی کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ وہ بھی ذوالحجہ کا

چاند نظر آنے کی صورت میں بال اور ناخن نہ کاٹے۔ نماز عید کے بعد کاٹے اسے قربانی کا ثواب ان شاء اللہ ملے گا۔

مسئلہ نمبر 3: مسافر پر قربانی واجب تو نہیں اگر کر لے تو جائز ہے

قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعلیمات کی روشنی میں اہل سنت والجماعت احناف کا یہ مسلک ہے کہ مسافر پر قربانی واجب یعنی ایسی ضروری نہیں کہ اگر وہ نہ کرے گا تو گناہ گار ہو اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ اگر مسافر قربانی کر لے تو جائز ہے فقہ حنفی میں منع بھی نہیں۔ جن دلائل سے مسافر پر بعض لوگ قربانی کو ضروری سمجھتے ہیں ہمارے ہاں ان سے وجوب ثابت نہیں ہوتا صرف جواز ثابت ہوتا ہے اور مسافر پر قربانی کے جواز کے احناف بھی قائل ہیں۔ اس تطبیق سے احناف کا مسلک کسی حدیث کے خلاف نہیں بلکہ قرآن وسنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین وتبع تابعین، سلف وصالحین اور آئمہ مجتہدین کے مطابق ہے۔

احناف کے دلائل:

یہ مسئلہ قرآن وسنت کے ان اصولوں کے مطابق ہے جن میں مقیم اور مسافر کے احکام کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً

1- مقیم اور مسافر کی نماز کے اندر بہت سے احکام میں فرق ہے۔

2- مقیم اور مسافر کے احکام میں فرق ہے۔

3- مقیم اور مسافر موزوں پر مسح کے احکام میں فرق ہے۔

4- مقیم اور مسافر کے درمیان زکوۃ وصول کرنے میں فرق ہے۔

5- مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہوتا وغیرہ۔

اس طرح اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں مسافر کے لئے آسانی پیدا کی گئی ہے۔ اسی آسانی کے اصول کے پیش نظر مسافر پر قربانی کو واجب قرار نہیں دیا گیا کیوں کہ قربانی کرنے کے لئے قربانی کرنے والے آدمی کو بہت سے خاص انتظامات کرنے پڑھتے ہیں جو وہ سفر کی حالت میں نہیں کرسکتا۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر میں قربانی کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ وغیرہ کتب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا سفر میں قربانی نہ کرنے کا عمل موجود ہے۔ جن میں سے بعض صحابہ کا عمل ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل:

محدث کبیر امام عبدالرزاق صنعانی المتوفی 21ھ نقل کرتے ہیں۔

ان عمر بن الخطاب کان یحج فلا یضحی

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کرتے اور قربانی نہ کرتے۔

(مصنف عبدالرزاق ج4 ص382)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔

خلیفہ چہارم: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کی روایت:

صاحب جوہرۃ النیرہ نقل فرماتے ہیں۔

اما الفقیر فظاھر و اما المسافر فلما روی عن علی رضی اللہ عنہ قال لیس علی المسافر جمعۃ و الا ضحیۃ۔

بہر حال غریب کے حق میں تو ظاہر ہے (یعنی اس کے پاس مال ہی نہیں قربانی کیا واجب ہو گی) اور بہر حال مسافر تو اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مسافر پر جمعہ واجب نہیں اور نہ ہی اس پر قربانی واجب ہے۔

(الجوہرۃ النیرہ ج2 ص283 بحوالہ تحفۂ عیدالاضحی اور قربانی ص240)

مولانا محمد فاروق غیر مقلد اپنی کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل صفحہ 56 میں لکھتے ہیں۔
ابراہیم نخعی اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ مسافر پر قربانی نہیں ہے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

تابعی کبیر حضرت امام ابراہیم نخعی کا حوالہ:

عن ابراہیم قال رخص للحاج والمسافر فی ان لا یضحی (تحفہ عیدالاضحیٰ اور قربانی ص)

کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حاجیوں اور مسافر لوگوں کو رخصت دی گئی ہے کہ چاہے قربانی نہ بھی کریں۔

امام محمد نے بھی کتاب الآثار باب الاضحیۃ واخصاء الفحل میں امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

محمد قال اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراہیم قال الاضحیة واجبة علی اهل الامصارما خلا الحاج۔ قال محمد : وبه ناخذ و هو قول ابی حنیفة رحمة الله تعالیٰ۔

حضرت ابراہیم نے فرمایا قربانی حاجیوں کے علاوہ شہر میں رہنے والے سب لوگوں پر واجب ہے۔

امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار مترجم ص576)

مولانا حبیب اللہ مختار اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

(ش) قربانی ہر آزاد ایسے مسلمان پر واجب ہے جو مقیم ہو صاحب استطاعت ہو مسافر اور فقیر پر قربانی نہیں اس لئے کہ عبادت قادر پر واجب ہوتی ہے اور وہ مال دار ہے نہ کہ فقیر، مسافر پر اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مسافر پر جمعہ اور قربانی واجب نہیں ہے

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب مسافر ہوتے تھے تو قربانی نہیں کرتے تھے حاجی بھی مسافر ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی قربانی نہیں، البتہ اگر اہل مکہ حج کریں تو ان پر قربانی واجب ہو گی اس لئے کہ وہ مسافر نہیں ہوتے۔

(المختار شرح کتاب الآثار ص576 مصنف ڈاکٹر حبیب اللہ مختار دارالتصنیف جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5)

مسئلہ نمبر 4: قربانی میں میت کو شریک کرنا

قربانی مالی عبادت ہے اور اس کے ذریعہ سے بھی ایصال ثواب کرنا درست ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمائی ہے۔ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ایک مینڈھا سینگ دار لانے کا۔ جو چلتا ہو سیاہی میں اور بیٹھتا ہو سیاہی میں اور دیکھتا ہو سیاہی میں (یعنی پاؤں اور پیٹ اور آنکھوں کے گرد سے سیاہ ہو) پھر لا گیا گیا ایک ایسا مینڈھا قربانی کے لئے آپ نے فرمایا اے عائشہؓ چھری لا پھر فرمایا تیز کر لے اس کو پتھر سے میں نے تیز کر دی پھر آپؐ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑا اس کو لٹایا پھر اس کو ذبح کیا پھر فرمایا بسم اللہ یا اللہ قبول کر محمد کی طرف سے اور محمد کی آل کی طرف سے اور محمد کی طرف سے پھر قربانی کی اس کی۔

(مسلم مترجم ج5 ص219-218 ترجمہ علامہ وحید الزماں غیر مقلد کتاب الاضاحی باب استحباب الضحیۃ)

ابوداؤد کتاب الضحایا باب مایستحب من الضحایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب زندہ اور مردہ دونوں قسم کے مومن بندوں کو کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری امت کی طرف سے قربانی فرمائی اور آپ کی امت کے بعض افراد اس وقت فوت ہو چکے تھے اور بہت سے زندہ تھے اور بہت سے ابھی

تک پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

حدیث نمبر 2:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کرنا چاہا قربانی کے دن دو دو دنبے سینگ دار ابلق خصی کو پھر جب ان کو رو بقبلہ کیا تو کہا مقرر میں اپنا منہ متوجہ کرتا ہوں اس کے لئے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں ابراہیم کے دین پر ہوں اور توحید کرنے والا ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں تحقیق نماز میری اور اور تمام عبادتیں میری اور زندگانی میری اور مرنا میرا خالص واسطے اللہ پروردگار عالموں کے لئے ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں اسی کا حکم کیا گیا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں یا اللہ یہ قربانی تیری ہی عطا ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لئے ہے محمد سے اسے قبول کر اور اس کی امت سے اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ بہت بڑا ہے پھر اس کو ذبح کیا۔

(ابوداؤد مترجم ج2 ص409-408 کتاب الضحایا باب مایستحب من الضحایا، ابن ماجہ ابواب الاضاحی ص225)

حدیث نمبر 3:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کا ارادہ کرتے تو دو مینڈھے خریدتے جو موٹے تازے چتکبرے اور خصی ہوتے ایک اپنی امت کے ہر اس شخص کی طرف سے ذبح کرتے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپؐ کی رسالت کی شہادت دیتا ہو اور دوسرا مینڈھا محمد اور آل محمد کی طرف سے ذبح کرتے۔

(ابن ماجہ ابواب الاضاحی باب اضاحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص226-225)

مسئلہ نمبر 5: میت کے ایصال ثواب کے لئے مستقل قربانی کرنا

حدیث:

حضرت حنش سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا یہ کیا ہے (یعنی قربانی میں تو ایک دنبہ کفایت کرتا ہے تم دو کیوں کرتے ہو) تو انہوں نے (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ میں ان کی طرف سے قربانی کروں تو میں انہی کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

(ابوداؤد مترجم ج 2 ص 407، کتاب الضحایا باب الاضحیۃ عن المیت مردے کی طرف سے قربانی کرنے کا بیان ترجمہ علامہ وحید الزماں غیر مقلد) مشکوۃ مترجم جلد 1 ص 311 رحمانیہ لاہور)

حدیث:

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ ہمیشہ قربانی کرتے تھے دو مینڈھوں کی ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے سو لوگوں نے ان سے کہا کہ کیوں ایسا کرتے ہیں آپ۔ تو جواب دیا انہوں نے کہ حکم کیا مجھ کو یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کا پس نہ چھوڑوں گا میں اسے کبھی۔

(ترمذی مترجم علامہ بدیع الزماں غیر مقلد ج 1 ص 563 ابواب الاضاحی باب فی الاضحیۃ بکبشین)

مسئلہ نمبر 6: قربانی کے جانوروں کی عمریں چیک

قربانی کے جانوروں کی عمر کے متعلق قرآن وسنت میں خاص عمر کی قید کے سات کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ مختلف احادیث میں بعض ایسے الفاظ موجود ہیں جن کے معنی مختلف بنتے ہیں۔ کسی لغت والے نے کچھ معنی لکھے ہیں اور کسی نے کچھ۔ ہم نے ایسے موقع پر وہ معنی مراد لیتے ہیں جو

سلف صالحین (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تابعین رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور آئمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہ) نے لئے ہیں۔ہم پہلے وہ حدیث نقل کرتے ہیں پھران الفاظ کے معنی بیان کریں گے۔

حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تذبحوا الا مسنة الا ان یعسر علیکم فتذ بحوا جذعة من الضان)

مت ذبح کرو قربانی میں مگر مسنہ (جوایک برس کا ہوکر دوسرے میں لگا ہو) البتہ جب تم کو ایسا جانور نہ ملے تو دنبہ کا جذعہ کرو (جو چھ مہینہ کا ہوکر ساتویں میں لگا ہو)

(مسلم مترجم علام وحیدالزماں غیر مقلد ج5 ص216)

حدیث نمبر2:

عن عاصم بن کلیب عن ابیه قال کنا مع رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه و سلم یقال له مجاشع من بنی سلیم فعزت الغنم فامر منادیا فنادی ان رسول الله صلی الله علیه کان یقول ان الجذع یوفی مما یوفی منه الثنی

عاصم بن کلیب نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے ساتھ ہم تھے۔ان کومجاشع کہتے ہیں وہ بنی سلیم سے تھے ایک بار بکریاں بہت گراں ہو گئیں انہوں نے منادی کوحکم دیا پکارے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔مقرر جذعہ (یعنی دنبہ بھیڑ جو چھ مہینے سے زیادہ ہو) کفایت کرتا ہے اس چیز سے کہ ثنی اس سے کفایت کرے۔

(ابوداؤ مترجم علامہ وحیدالزمان غیر مقلد ج2 ص410)

اس حدیث کی شرح میں علامہ وحیدالزماں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ف:

یعنی جذع کی قربانی کرنا جائز ہے اس بکری کی قربانی کے مانند جو برس دن سے زیادہ ہو بکریوں میں ثنی وہ ہے جو برس دن پورا کر کے دوسرے میں لگے اور بیل گائے میں وہ ہے کہ دو برس پورا کر کے تیسرے میں لگے اور اونٹ میں وہ ہے جو پانچ برس پورا کر کے چھٹے میں لگے، بعضوں کے نزدیک بکری ثنی وہ ہے جو دو برس کی ہو کر تیسری میں لگے اس سے پہلے جذع ہے۔

(ابوداؤد مترجم علامہ وحید الزماں جلد دوم ص410)

ان دونوں حدیثوں میں تین لفظ استعمال ہوئے ہیں جن سے فقہاء کرام نے قربانی کے جانوروں کی عمر پر استدلال فرمایا ہے۔

نمبر1: مسنۃ نمبر2: ثنی نمبر3: جذعۃ

اوپر علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ان الفاظ کی کچھ تشریح تو گزر چکی ہے مگر ہم یہاں عوام کے لئے اس مسئلہ کی مزید وضاحت فقہائے کرام سے نقل کرتے ہیں تا کہ یہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

(مشکوۃ شریف کے مشہور شارح حضرت مولانا علامہ نواب قطب الدین محدث دہلوی (المتوفی 1279) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

مسنہ یا جذعہ کسی خاص جانور کا نام نہیں بلکہ یہ ایک اصطلاح ہے جو قربانی کے جانور کی عمر کے سلسلہ میں مستعمل ہوتی ہے چنانچہ حنفی مسلک کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے کہ اونٹوں میں وہ اونٹ مسنہ کہلاتا ہے جو پورے پانچ سال کی عمر کا ہو اور چھٹے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ گائے بھینس اور بیل میں مسنہ اسے کہتے ہیں جو پورے دو سال کی عمر کا ہو تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ بکری بھیڑ اور دنبہ میں مسنہ وہ ہے جو اپنی عمر کا پورا ایک سال گزار کر دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ لہذا ان جانوروں میں قربانی کے لئے جانور کا مسنہ ہونا ضروری ہے۔ ہاں دنبہ اور بھیڑ کا اگر جذعہ بھی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ جذعہ بھیڑ یا دنبہ کا وہ بچہ کہلاتا ہے جس کی عمر ایک

برس سے کم تو ہو مگر چھ ماہ سے زیادہ ہو۔

(مظاہر حق شرح مشکوۃ جدید ج ا ص 948-947 دار الاشاعت کراچی)

فتاوی قاضی خاں کا حوالہ:

امام قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور گائے میں سے ثنی وہ ہے جس کے دو سال گزر چکے ہوں او. تیسرے میں داخل ہو چکا ہو اور بکرا بکری میں سے ثنی وہ ہے جس کی عمر کا ایک سال مکمل ہو چکا ہو دوسرے میں لگ چکے ہوں)

(فتاوی قاضی خاں ج4 ص 331) بحوالہ تحفہ عید الاضحی ص389)

مغنی ابن قدامہ کا حوالہ:

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال و کیع الجذع الضان یکون ابن سبعة او ستة اشهر ۔

حضرت امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھیڑ، دنبہ سات یا چھ مہینوں کا ہونا چاہئے۔

(المغنی ابن قدامہ ج13 ص369 بحوالہ تحفہ عید الاضحی) (ترمذی ص216)

ناظرین ہم نے فقہائے کرام کے حوالہ سے تینوں لفظوں کے صحیح مطالب بیان کر دیئے ہیں فقہائے کرام نے ان الفاظ سے جانور کی عمر پر استدلال فرمایا ہے کسی نے بھی مسنہ کا مطلب دوندا نہیں لیا۔ بعض لوگ فقہائے کرام کے صحیح مطالب کے خلاف صرف اپنا مطلب نکالنے کے لئے بعض کتب لغت سے کھینچا تانی کر کے مسنہ کا معنی دوندا کرتے ہیں اور اس بات پر بہت ضرور دیتے ہیں جو درست نہیں ہے اہل لغت نے بھی مسنہ کے معنی بیان کئے ہیں مگر وہ صرف اپنے مطلب کا معنی ہی عوام کو بتاتے ہیں۔ جب کہ دین میں فقہاء کی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ صرف اہل لغت کا اگر لغت پر ہی کسی مسئلہ کی بنیاد رکھ دی جائے تو پھر بہت سی خرابیاں جنم لیں گی۔

اگر کسی مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہو جائے تو پھر جس طرف فقہائے کرام ہوں گے اس کو ترجیح دی جائے گی۔

علماء کے درمیان یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فقہاء کرام ہی احادیث کے معانی خوب جانتے ہیں۔

امام ترمذی کا حوالہ:

1- امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں و کذالک قال الفقهاء و هم اعلم بمعانی الحدیث امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اسی طرح فقہاء کرام نے کہا ہے اور وہ ہی حدیث کو خوب جانتے ہیں۔ (ترمذی ج1 ص118)

اس امام حاکم نیشاپوری کا حوالہ:

وحدیث یتداوله الفقهاء خیر من ان یتداوله الشیوخ

وہ حدیث جس کو فقہاء کرام روایت کرتے ہیں اس سے زیادہ بہتر ہے جس کو صرف شیوخ بیان کرتے ہیں۔

(معرفۃ علوم الحدیث بحوالہ قربانی کے چاردن پر ایک تحقیقی تبصرہ از مولانا حکیم رحمت اللہ ربانی)

3- علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ الہمدانی الشافی کا حوالہ:

علامہ صاحب فرماتے ہیں۔

و ان یکون رواة احدثین مع تساو یهم فی الحفظ و الا تقان فقهاء عارفین باجتنا والاحکام من ثمرات الفاظ فالا ستروح الی حدیث الفقهاء اولی۔ الخ

دو حدیثوں میں سے ایک حدیث کے راوی دوسری حدیث کے راویوں کے ساتھ حفظ واتقان میں مساوی ہونے کے علاوہ فقہاء ہوں اور الفاظ کے میوؤں سے احکام چننے اور حاصل کرنے کے عارف ہوں تو ان کی حدیث کی طرف رجوع کرنا اولی ہے۔

(کتاب الاعتبار ص15 بحوالہ قربانی کے چاردن پر ایک تحقیقی تبصرہ)

علامہ ابن جوزی حنبلی کا حوالہ:

علامہ عبدالرحمن بن الجوزی الحنبلی فرماتے ہیں۔

اعلم ان فی الحدیث دقائق و افات لا یعرفها الا لعلماء الفقهاء تارة فی نقلها و تارة فی کشف معناها

تو جان لے کہ حدیث میں بڑی باریکیاں اور پیچیدگیاں ہوتی ہیں جن کو صرف وہ علماء پہچان سکتے ہیں جو فقہاء ہوں کبھی تو ان کی روایت نقل میں اور کبھی ان کے معانی کے کشف میں یہ دقائق وافات ہوتی ہیں۔ (دفع شبہ التشبیہ ص26 بحوالہ قربانی کے چار دن پر ایک تحقیقی تبصرہ)

5- طبقات سبکی کا حوالہ:

علامہ سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوالحسن منصور رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔

امام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ منصور بن اسماعیل جو احد ائمۃ المذہب تھے فرماتے ہیں۔

عاب التفقة قوم المقول لهم	و ما علیه اذا عابوه من ضرر
ما ضر شمس الضحیٰ و هی طالعة	ان لا یری ضوءها من لیسی ذا بصر

یعنی فقہ حاصل کرنے کو ان لوگوں نے معیوب قرار دیا جو عقل سے محروم ہیں اور ایسے لوگوں کے علم فقہ پر عیب لگانے سے کوئی ضرر نہیں اگر کوئی نابینا آفتاب کو جو آب وتاب سے طلوع ہو چکا ہو نہیں دیکھتا تو اس سے آفتاب کی روشنی کو کیا نقصان ہوتا ہے۔

(طبقات سبکی ج2 ص317 بحوالہ قربانی کے چار دن پر ایک تحقیقی تبصرہ)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ فقہاء کی بات کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ بعض اہل لغت کا اور فقہاء مسنہ کا معنی جانور کی عمر سے کرتے ہیں نہ کے دوندا سے۔

لغت کے اعتبار سے ثنی ومسئلہ کا صحیح معنیٰ:

جیسے کہ ہم نے شروع میں یہ بات کہی تھی کہ اہل لغت میں بھی اختلاف ہے بعض نے کچھ اور

بعض نے کچھ معنی لکھے ہیں۔ہم یہاں پر بعض اہل لغت سے ثنی اور مسنہ کا معنی نقل کرتے ہیں۔

لغت کی مشہور کتاب لسان العرب کا حوالہ۔

لسان العرب کے مصنف ''مسنہ'' کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الثنی من الابل الذی یلقی ثنیته

اونٹ کا مسنہ وہ ہوتا ہے جو دودھ کے دانت گرادے۔

وقیل کل ماسقطت ثنیته من غیر انسان ثنی اور کہا گیا ہے کہ ہر وہ جانور جو دودھ کے دانت گرا دے وہ ثنی ہے سوا انسان کے۔

و علی مذہب احمد بن حنبل ما دخل من المعز فی الثانیة من البقر فی الثالثة۔

امام احمد بن حنبل کے مذہب میں مسنہ بکری کا وہ ہوتا ہے جو ایک سال کامل کا ہو کر دوسرے سال میں داخل ہو جائے اور گائے کا مسنہ دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو جائے۔ (لسان العرب)

لسان العرب جو لغت کی مشہور کتاب ہے اس میں جو مسنہ کی تعریف کی گئی ہے ان میں سے ایک عبارت میں بھی مسنہ کا معنی دوندا نہیں کیا۔ (بحوالہ قربانی کے چار دن پر ایک تحقیقی تبصرہ)

بعض غیر مقلد علماء نے بھی مسنہ اور جذعہ سے جانوروں کی عمر ہی مراد لی ہے۔

مولانا ثناءاللہ رحمۃ اللہ علیہ امرتسری کا حوالہ:

مولانا ثناءاللہ ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے اس میں لکھتے ہیں۔

اور سن بکری کا ایک سال۔یعنی ایک سال پورا، اور دوسرا شروع اور گائے اور بھینس کا دو سال یعنی دو سال پورے اور تیسرا شروع اور اونٹ کا پانچ سال اور چھٹا شروع ہونا چاہئے۔اور بھیڑ ایک سال سے کم کا بھی جائز ہے۔بشرطیکہ خوب موٹا اور تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ سال سے کم کی قربانی نہ کرو اور ضرورت کے وقت بھیڑ کا جذعہ کرلو۔

عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یاجوز الامسنة الا ان یعسر علیکم فتذ بحوا جذعة من الصنان رواه الجماعة الا البخاری کذا فی منتقی الاخبار۔

مسنہ ہر جانور میں سے ثنی کو کہتے ہیں اور ثنی کہتے ہیں بکری میں سے جو ایک سال کا ہو اور دوسرا شروع اور گاؤ بھینس میں جو دو سال کا ہو اور تیسرا شروع اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو چھٹا شروع ہو۔ (فتاوی ثنائیہ جلد اول ص 803 باب پنجم کتاب الحج مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور)

مسئلہ نمبر 7: خصی جانور کی قربانی کرنا جائز ہے

حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے اور سینگوں والے موٹے تازے خصی جانوروں کی قربانی کی۔

(سنن الکبری بیہقی ص 268 جلد 9 ابوداؤد باب ما یستحب من الضحایا)

مسئلہ نمبر 8: قربانی صرف تین دن تک کرنی جائز ہے

حدیث:

نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا قربانی دو دن تک درست ہے بعد عید الاضحیٰ کے۔ (سنن الکبری ج 9 ص 297) (موطاء امام مالک مترجم علامہ وحید الزماں ص 370 و ص 371 کتاب الضحایا) (مشکوۃ مترجم ج 1 ص 313 باب فی الاضحیہ تیسری فصل)

حدیث:

حضرت زر بن حبیش اور عبادۃ بن عبداللہ اسدی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے قربانی کے دن تین ہیں ان میں پہلا دن سب میں سے افضل ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج21 ص148-147) تفسیر ابن کثیر مترجم (سنن الکبریٰ ج9 ص297)

حدیث:

حضرت معاویہ بن صالح سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت ابو مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ قربانی تین دن ہے۔ (محلی ابن حزم ج7 ص377)

حدیث:

وکیع نے شعبہ سے نقل کیا ہے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قربانی دس گیارہ اور بارہ تاریخ تک ہے۔ (محی ابن حزم ج7 ص377) (سنن الکبریٰ ج2 ص297)

حدیث:

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قربانی تین دن ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج21 ص147 المحلی ابن حزم)

قرآن کریم کی روشنی میں اس مسئلہ کی کچھ وضاحت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ۔

اور ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے نام کا مقررہ دنوں میں ان بے زبانوں چوپائیوں پر (ذبح کے وقت) جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔ پس خود بھی کھاؤ ان سے اور کھلاؤ مصیبت زدہ محتاج کو۔ (سورۃ الحج آیت نمبر 28)

اس آیت میں ایام معلومات کا ذکر آیا ہے ہم مفسرین سے معلوم کرتے ہیں کہ ان سے کون کون سے دن مراد ہیں۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ معلومات سے مراد قربانی کے ایام ہیں اور قربانی پہلے دن جو کہ عید کا دن ہے۔ دوسرے دن اور تیسرے دن ہوسکتی ہے چوتھے دن قربانی نہیں ہوتی۔ اس پر ہمارے علماء کا اجماع ہے پس چوتھا دن رب کریم کے ارشاد گرامی ''معلومات'' میں شامل ہی نہیں اس لئے کہ اس میں قربانی نہیں کی جاتی۔ چونکہ چوتھے دن (تیرہوں ذی الحجہ کو) رمی جمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ رمی کے سبب صرف یوم معدود ہے اور نحر (قربانی) نہ ہونے کی وجہ سے وہ یوم معلوم نہیں۔ (تفسیر قرطبی ج2 ص3) (احکام القرآن جصاص ج 1 ص316)

امام ابوبکر جصاص رازی لکھتے ہیں۔

جب یہ ثابت ہوا کہ قربانی ان اوقات میں جائز ہے جن پر لفظ ایام کا اطلاق کیا گیا اور کم از کم تعداد جس کو لفظ ایام شامل ہے وہ تین دن ہے تو تین قطعی طور پر ثابت ہو گئے اور تین سے زائد کسی دن پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی چنانچہ تین سے زائد کسی دن قربانی کرنا ثابت نہ ہوا۔

(احکام القرآن ج3 ص235 مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

مسئلہ نمبر 9: جہاں پر عید کی نماز ہوتی ہے وہاں پر قربانی عید کی نماز کے بعد کرنی چاہیئے

حدیث:

سیدنا جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں عید الاضحیٰ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے قربانی کا گوشت دیکھا (جو نماز سے قبل

ذبح کی گئی تھی) تب آپؐ نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے قربانی (ذبح) کی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔ (بخاری ج2 ص834 کتاب الاضاحی باب من ذبح قبل الصلوۃ اعادہ)

مسئلہ نمبر 10: قربانی دن رات کرنی جائز ہے

حدیث:

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قربانی عیدالاضحیٰ کے دن کے بعد دو دن ہے۔ (موطا امام مالک 497)

حدیث:

حضرت زر بن حبیش اور عبادہ بن عبداللہ اسدی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے قربانی کے دن تین ہیں ان میں سے پہلا دن سب سے افضل ہے۔ (محلی ابن حزم ج ص40)

ان روایات کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی روایات ہیں جن میں تین دن قربانی کا ذکر ہے کچھ مسئلہ نمبر ۸ کے تحت گزر چکی ہے۔ محدثین اور فقہائے کرام نے ایسی تمام روایات سے دن اور رات دونوں مراد لئے ہیں)

قرآن کی روشنی میں بھی رات اور دن دونوں کو ہی شمار کیا جاتا ہے۔ سورۃ آل عمران پارہ نمبر 3 آیت نمبر 41 میں ہے۔

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ

اللہ نے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ نہیں تو کلام کر سکے گا لوگوں سے تین دن مگر اشارے سے۔

دوسری آیت:

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ

سَوِيًّا۔ (پارہ نمبر 6 سورۃ مریم آیت نمبر 10)

ذکریا نے کہا اے میرے رب تو ٹھہرا دے میرے لئے کوئی نشانی اللہ نے فرمایا تیری نشان ہے یہ کہ نہیں تو بات کر سکے گا لوگوں سے تین راتیں تندرستی کے باوجود۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رات کو بھی دن ہی میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اوپر والی آیت میں ثلثہ ایام آیا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ: قربانی رات کو بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں (شامی) (احکام وتاریخ قربانی ص 42)

مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی لکھتے ہیں۔

مسئلہ: دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے۔ قربانی کرے، چاہے دن میں چاہے رات، لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی نہ ہو اور اگر خوب زیادہ روشنی ہو جیسا کہ شہروں میں بجلی ہوتی ہے تو رات کو قربانی کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(عالمگیری بتصرف) (بحوالہ فضائل ومسائل قربانی ص 30)

مفتی بشیر احمد صاحب پسروری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 38: دس ذی الحجہ سے نماز عید کے بعد بارہ ذی الحجہ غروب آفتاب تک قربانی دینے کا وقت ہے چاہے رات کو ذبح کرے چاہے دن کو۔ (مسائل قربانی ص 14)

مسئلہ نمبر 11: قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا

حدیث:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چت کبرے مینڈھے سینگ دار قربانی کئے اپنے ہاتھ سے دونوں کو ذبح کیا بسم اللہ اللہ اکبر تکبیر پڑھی اور اپنا

پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا۔ (بخاری کتاب الاضاحی باب التکبیر عند الذبح ج 2 ص 835)

مسئلہ نمبر 12: کیا سب گھر والوں کی طرف سے صرف ایک قربانی کافی ہے

اہل سنت والجماعت کے نزدیک ہر صاحب نصاب عاقل، بالغ پر قربانی کرنا واجب ہے اگر ایک گھر میں کئی صاحب نصاب موجود ہوں تو سب پر الگ الگ قربانی کرنا واجب ہوگا اگر ایک ہی ایسا شخص موجود ہے جو صاحب نصاب ہو تو پھر وہ ایک ہی قربانی کرے گا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک گھر کی طرف سے صرف ایک قربانی کافی ہوتی ہے چاہے کتنے ہی صاحب نصاب اس گھر میں رہتے ہوں۔ وہ لوگ یہ روایت پیش کرتے ہیں۔

روایت ہے عطاء بن یسار سے کہ کہتے تھے پوچھا میں نے ابوایوب سے کیونکر ہوتی تھیں قربانیاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو کہا انہوں نے ایک آدمی قربانی کرتا تھا ایک بکری اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے سو آپ بھی کھاتے تھے اور لوگوں کو بھی کھلاتے تھے یہاں تک کہ فخر کرنے لگے سو ہو گئی جیسے تو دیکھتا ہے یعنی بہت جانور قربانی کرنے لگے۔ (ترمذی مترجم علامہ بدیع الزماں ج 1 ص 566) امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

اور بعض علماء نے کہا یہ کہ نہیں کافی ہے ایک بکری مگر ایک آدمی کو اور یہی قول ہے عبداللہ بن مبارک اور سوا ان کے اور علماء کا۔

امام ترمذی کی اس بات سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے جو علماء یہ کہتے ہیں کہ قربانی ہر مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کا مال ہو یعنی صاحب نصاب ہو ان کی بات زیادہ وزنی معلوم ہوتی ہے ان

کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

کیا سب گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے؟

قربانی ایک اہم عبادت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے سورۃ انا اعطینا ک میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ فصل لربک والنحر تو آپ نماز پڑھیں اپنے رب کے لئے اور قربانی کریں۔

اسی طرح دوسری آیت میں آتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔

کہہ دیجئے یقینا میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔نہیں کوئی شریک اس کا اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔(پارہ نمبر 8 سورۃ الانعام آیت نمبر 163-162)

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا۔اور آپ ہر سال برابر قربانی کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو جامع ترمذی ابواب الاضاحی باب ماجآء ان الشاۃ الواحدۃ) اور مسلمانوں کو اس کی تاکید بھی فرماتے تھے جیسا کہ احادیث میں آتا ہے۔

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ ہمیشہ قربانی کرتے تھے دو (2) مینڈھوں کی ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے سو لوگوں نے ان سے کہا کہ کیوں ایسا کرتے ہیں آپ، تو جواب دیا انہوں نے کہ حکم کیا مجھ کو یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کا پس نہ چھوڑوں گا میں اسے کبھی۔

(ترمذی مترجم جلد اول ص 563 علامہ بدیع الزماں غیر مقلد ابواب الاضاحی باب فی الاضحیۃ بکبشین)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ صحابہ کو قربانی کرنے کا حکم دیتے تھے۔

امام بخاری کتاب الاضاحی باب اضحیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین اقرنین و یذکر سمینین میں نقل کرتے ہیں۔

یحییٰ بن سعید انصاری کہتے ہیں میں نے ابوامامہ بن سہل سے سنا وہ کہتے تھے ہم مدینے میں قربانی کے جانوروں کو خوب کھلا پلا کر موٹا کیا کرتے، دوسرے مسلمان بھی ایسا ہی کرتے۔

حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں طاقت ہو اور پھر وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

(مسند احمد جلد 2 ص 321)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر اس شخص پر قربانی واجب ہے جو طاقت رکھتا ہو۔

حدیث:

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا شئے ہے آپ نے فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے) صحابہ نے عرض کیا تو اس قربانی سے ہمیں کیا ثواب ملے گا آپ نے فرمایا ہر بال کے عوض ایک نیکی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مینڈھا ہو آپ نے فرمایا تب بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔

(سنن ابن ماجہ ص 226 ابواب الاضاحی باب ثواب الاضحیۃ)

حدیث:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے دن اللہ کو خون بہانے سے زیادہ بندے کا کوئی عمل محبوب نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن

اپنے سینگ اور کھروں سمیت آئے گا خون زمین پر گرنے سے پہلے یہ اللہ کے ہاں ایک بلند درجہ حاصل کر لیتا ہے تو تم اس قربانی سے دلی خوشی محسوس کرو۔

(ترمذی ابواب الاضاحی باب ماجآء فی فضل الاضحیۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک:

احادیث میں آتا ہے کہ آپؐ نے دو چتکبرے دنبے ذبح کئے۔

(بخاری کتاب الاضاحی باب تکبیر)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے سات اونٹ نحر کئے (بخاری کتاب الحج باب من نحر ہدیۃ بیدہ) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ نحر کئے۔

(مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔ (بخاری ج 1 ص 231 مسلم ج 1 ص 424)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے جس میں آتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی والے دن ایک گائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ذبح فرمائی۔ (مسلم ج 1 ص 424، مشکوۃ ص 231)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی آل کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔ (ابوداؤد ج 1 ص 424)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سو اونٹوں کی قربانی کرنے کا ذکر ہے۔ (بخاری ج 1 ص 232، مجمع الزوائد ج 4 ص 22-21) میں روایت آتی ہے جس میں آتا ہے کہ آپؐ نے قربانی کرنے کے بعد فرمایا اے اللہ یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کی طرف سے ہے۔ آپ کا یہ عمل ہر مسلمان کے لئے ہے اگر اللہ نے طاقت دی ہے تو ضرور عمل کرے۔

ان دلائل کے ہوتے ہوئے جولوگ یہ کہتے ہیں کہ پورے گھر کی طرف سے صرف ایک بکری ذبح کرنا کافی ہے۔ چاہئے اس گھر کے تمام افراد صاحب نصاب ہوں۔ درست معلوم نہیں ہوتا۔ روایت میں یہ جو آیا ہے کہ پورے گھر کی طرف سے ایک قربانی کی گئی اس کا مطلب یہ ہے کہ سب گھر والوں کو اس کے ثواب میں شریک کیا گیا۔

مسئلہ نمبر 13: اونٹ اور گائے میں صرف سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں

حدیث نمبر 1:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔ (مسلم باب جواز الاشتراک فی الہدی)

حدیث نمبر 2:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کئے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی۔ (ترمذی ج 1 ص 180)

اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے اور اس پر عمل ہے علمائے صحابہ وغیرہم کا اور یہی قول ہے سفیان ثوری اور ابن مبارک اور شافعی اور احمد (کا)۔

(ترمذی مترجم علامہ بدیع الزماں ج 1 ص 565)

حدیث نمبر 3:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ نحر کیا اور سات آدمیوں کی طرف سے ہی گائے کی قربانی کی۔ (مسلم باب جواز الاشتراک فی الہدی)

حدیث نمبر 4:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حج اور عمرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تھے اور سات سات آدمی ایک قربانی میں شرکت ہو گئے تھے۔ ایک شخص نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ جس طرح قربانی کے اونٹ میں شریک ہو سکتے ہیں کیا اسی طرح بعد کے خریدے ہوئے اونٹ میں بھی شریک جائز ہے انہوں نے کہا پہلے سے اور بعد میں خریدے ہوئے دونوں اونٹوں کا حکم ایک ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیبیہ میں موجود تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم نے ستر (70) اونٹ ذبح کئے اور ہر اونٹ میں سات شریک تھے۔ (مسلم اشتراک فی الہدی)

مسئلہ نمبر 14: کیا اونٹ کی قربانی میں دس افراد کا شریک ہونا سنت ہے

بعض حضرات اس مسئلہ پر کافی زور دیتے ہیں کہ اونٹ کی قربانی میں دس افراد کا شریک ہونا سنت ہے۔ وہ اپنی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے جو حدیث پیش کرتے ہیں ہم اس کو یہاں پر نقل کر کے اس کا جواب عرض کرتے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

حدثنا ہدیة بن عبدالوہاب انبا الفضل بن موسیٰ انبا الحسین بن واقد عن علیاء بن احمر عن عکرمہ عن ابن عباس قال کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنا فی الجزور عن عشرة

والبقرۃ عن سبعته۔

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ کا دن آگیا تو ہم نے اونٹ میں دس حصے اور گائے میں سات حصے کئے۔

(سنن ابن ماجہ، باب: عن کم تجزی البدنۃ والبقرۃ، حدیث: ۳۱۳۱)

اس حدیث کے کئی جوابات ہیں:

جواب نمبر ۱:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی فضل بن موسیٰ ہے جو کہ ٹھیک نہیں ہے۔ علامہ ذہبی (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۶۰) میں نقل کرتے ہیں:۔

یروی عن صغار التابعین ما علمت فیه لیناً الامارو ی عبدالله بن علی المدینی. سمعت ابی وسئل بن ابی تمیلة والسینانی فقدم ابا تمیلة وقال روی الفضل احادیث مناکیر۔

وہ چھوٹے تابعین سے روایت کرتے ہیں میں اس کے بارے میں نہیں جانتا مگر وہ جو عبداللہ بن علی المدینی روایت کرے، میں نے اپنے والد سے سنا کہ ان سے ابوتمیلہ اور سینانی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ابوتمیلہ کو مقدم گردانا اور کہا کہ فضل نے منکر احادیث روایت کی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نقل کرتے ہیں:

قال عبدالله بن علی بن المدینی سالت ابی عن حدیث الفضل بن موسیٰ عن معمر عن ابن طاؤس عن ابیه عن ابن الزبیر قال قال رسول الله ﷺ من شهر سیفه فرمه هدء فقال منکر ضعیف وقال عبدالله ایضاً سالت ابی عن الفضل وابی تمیلة فقدم ابا تمیلة وقال روی الفضل مناکیر۔ (تهذیب التهذیب ج۸ ص۲۸۶)

عبداللہ بن علی بن المدینی نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے فضل بن موسیٰ عن معمر والی حدیث کے بارے میں پوچھا۔تو اس نے کہا کہ منکر اور ضعیف اور عبداللہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے فضل اور ابوتمیلہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ابوتمیلہ کو مقدم گردانا اور فرمایا کے فضل نے منکر احادیث روایت کی ہیں۔

جواب نمبر ۲:

اس حدیث کی سند میں دوسرا راوی حسین بن واقد ہے جو ضعیف بھی ہے اور مدلس بھی اور غیر مقلدین کے نزدیک مدلس کا عن سے روایت کرنا قابل قبول نہیں۔

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں ثقة له اوهام۔

ثقہ ہے مگر وہمی ہے (تقریب ۱۳۵۸)

۲۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ''استنكر احمد بعض حديثه''

امام احمد نے اس کی بعض احادیث کو منکر قرار دیا ہے۔(المغنی فی الضعفاء ج ا ص ۲۶۹)

۳۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

قال عبدالله بن احمد عن ابيه ماانكر حديث حسين بن واقد عن ابي المنيب وقال العقيلي انكر احمد بن حنبل حديثه۔

عبداللہ بن احمد اپنے والد (امام احمد بن حنبل) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حسین بن واقد کی حدیث کا انکار کیا ہے

اور عقیلی نے فرمایا ہے کہ احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کا انکار فرمایا ہے۔

(تہذیب ج ۲ ص ۴۷۴)

۴۔ امام ابن احبان فرماتے ہیں:

ربما اخطاء في الروايات۔ بسا اوقات وہ روایات میں خطا کر جاتا ہے۔

(تہذیب ج ۲ ص ۴۷۴)

۵۔ قال الاثرم قال احمد فی احادیث زیادة مادری ای شیئی هی ونقض یده۔ (تهذیب ج۲ ص ۳۷۴)

''امام اثرم نے کہا ہے۔امام احمد نے فرمایا کہ اس کی احادیث میں زیادتی ہوتی ہے۔میں نہیں جانتا وہ کون سی چیز ہے۔اور امام احمد نے اپنے ہاتھ کو مارا۔''

۶۔ قالا الساجی فیه نظر وهو صدوق بعمر۔(تہذیب ج۲ ص ۳۷۴)

امام ساجی فرماتے ہیں اس میں نظر ہے اور وہ سچے ہیں البتہ اس پر تہمت ہے۔

۷۔ ایک روایت میں ہے کہ حدثنا احمد بن احرمه بن خزیمه قال سمعت احمد بن حنبل وقیل له فی حدیث ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ فی الملبقته فانکره ابو عبدالله وقال من ردی هذا قیل له الحسین بن واقد فقال بیده وحرک داسه کانه لم یرضه۔
(کتاب الضعفاء الکبیر ج ۱ ص ۲۵۱)

احمد بن احرمہ بن خزیمہ نے فرمایا میں نے احمد بن حنبل سے سنا کہ ان سے پوچھا گیا ایوب عن نافع عن ابن عمر کی حدیث میں تو ابوعبداللہ نے انکار کیا اور پوچھا کے اس کو کس نے روایت کیا ہے تو کہا گیا ''حسین بن واقد'' نے تو اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اپنے سر کو ہلایا گویا کے انہوں نے عدم رضامندی کا اظہار کیا۔

۸۔اور ایک روایت میں ہے کہ حدثنی الخضر بن دائود قال حدثنا احمد بن محمد قال ذکر ابو عبدالله حسین بن واقد فقال: واحادیث حسین ما اری ای شیء هی و نقض یده۔ (کتاب الضعفاء الکبیر ج ۱ ص ۲۵۱)

خضر بن داؤد نے مجھے کہا کہ ہمیں احمد بن محمد نے بتایا کہ ابوعبداللہ حسین بن واقد کا ذکر کیا اور کہا کے حسین کی احادیث میں میں خیال نہیں کرتا کے وہ کیا ہے اور اپنے ہاتھ کو مارا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کا اس روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔

جواب نمبر ۳:

صحیح مسلم میں ایک قولی حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

حدثنا یحیی بن یحیٰی اخبرنا ابو خیثمة عن ابی الزبیر عن جابر ح و حدثنا احمد بن یونس حدثنا زہیر حدثنا ابو الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مهللین بالحج فامرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نشترک فی الابل والبقر کل سبعة منا فی بدنة۔

''حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات آدمی شریک ہوں جائیں۔''مسلم باب جواز الاشتراک فی الھدی۔

اب یہاں پر قول اور فعل کے درمیان تعارض آ گیا اور اصولیین کے نزدیک جب قولی اور فعلی حدیث کے درمیان تعارض آ جائے تو ترجیح قول کو ہوتی ہے جیسا کہ علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ

'' تعارض القول والفعل والصحیح حنیئذ عند الاصولیین ترجیح القول''۔ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳)

جب قول اور فعل کا تعارض ہو تو اصولیین کے ہاں صحیح بات یہ ہے کہ ترجیح ''قول'' کو دی جاتی ہے۔

جواب نمبر ۴:

تعجب ہے غیر مقلدوں پر کہ ان کے نزدیک صحابہ کرامؓ کے اقوال اور افعال حجت نہیں لیکن پھر بھی وہ عبداللہ ابن عباسؓ کا یہ ضعیف اثر دلیل بناتے ہیں۔

اور اس سے بڑھ کر تعجب اس بات پر ہے کہ جب حج کے دوران کسی پر دم لازم آ جائے اور وہ اونٹ کی قربانی کرے تو سات حصے مانتے ہیں اور قربانی کے اونٹ کے دس حصے مانتے ہیں۔

جواب نمبر ۵:

یہ حدیث منسوخ ہے اوراس کے ناسخ وہ احادیث ہیں جس میں سات آدمیوں کی صراحت ہے مثلاً حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نحر نامع رسول اللهﷺ بالحديبية البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة۔ (ترمذی ص ۱۸۰ ج ۱)

یعنی ہم نے حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کئے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی۔

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے اوراسی پر عمل ہے علمائے صحابہ وغیرہم کا اور یہی قول ہے سفیان ثوری اور ابن مبارک کا اور شافعی اور احمد (کا)۔

(ترمذی مترجم علامہ بدیع الزماں ج ا ص ۵۶۵)

حدیث نمبر ۲: حدثني محمد بن حاتم حدثنا وكيع حدثنا عزرة بن ثابت عن ابي الزبير عن جابر بن عبدالله قال حججنا مع رسول اللهﷺ فنحرنا البعير عن سبعة والبصرة عن سبعة۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ کو نحر کیا اور سات آدمیوں کی طرف سے ہی گائے کی قربانی کی۔ (مسلم شریف، باب: جواز الاشتراک فی الهدی)

حدیث نمبر ۳: حدثني محمد بن حاتم حدثنا يحيى بن سعيد عن ابن جريج قال اخبرني ابو الزبير عن جابر بن عبداللهؓ قال اشتركنا مع النبيﷺ في الحج والعمرة كل سبعة في بدنة فقال رجل الجابرؓ ايشتراك في البدنة مايشترك في الجزور قال ماهي الا من البدن وحضر جابر حديبية قال نحرنا يومئذ سبعين بدنة اشتركنا كل سبعة في بدنة۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حج اور عمرہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور سات سات آدمی ایک قربانی میں شریک ہو گئے تھے۔ ایک شخص نے حضرت جابر سے دریافت کیا کہ جس طرح قربانی کے اونٹ میں شریک ہو سکتے ہیں کیا اسی طرح بعد کے خریدے ہوئے اونٹ میں بھی شرکت جائز ہے۔ انہوں نے کہا پہلے سے اور بعد میں خریدے ہوئے دونوں اونٹوں کا حکم ایک ہے، حضرت جابر حدیبیہ میں موجود تھے، حضرت جابر نے کہا کہ ہم نے ستر اونٹ ذبح کئے اور ہر اونٹ میں سات آدمی شریک تھے۔

(مسلم شریف باب اشتراک فی الہدیٰ)

فتاویٰ علمائے حدیث کا حوالہ

(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۵۰، ج ۱۳ میں ہے صحیح بخاری ومسلم وسنن ابی داؤد میں حضرت جابر عبداللہؓ سے روایت ہے امرنا رسول الله ﷺ ان نشترک فی الابل والبقرة منافی بدنة۔ ''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

جواب نمبر ۶:

اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ یہ روایت ثابت ہے تو اس سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ بعض صحابہ نے ایسا کیا۔ یہ صحابہ کرامؓ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے کیا جیسے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ غنیمت کی تقسیم میں ایک اونٹ کے برابر دس بکریاں کو شمار کیا تو انہوں نے ایک اونٹ کو قربانی میں دس بکریوں کے قائم مقام بنایا۔ لہٰذا یہ ان کا اجتہاد تھا۔ اس کے مقابل میں ہمارے پاس مرفوع حدیث ہے۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں موقوف اجتہاد قبول نہیں ہوسکتا۔

جواب نمبر ۷:

امام ترمذیؒ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اور حدیث ابن عباسؓ کی حسن ہے غریب ہے۔نہیں پہچانتے ہم اس کومگر فضل بن موسیٰ کی روایت سے۔

(ترمذی مترجم علامہ بدیع الزماں غیر مقلد ج ا ص ۵۶۵)

جواب نمبر ۸:

یہ سفر کا واقعہ ہے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے اگر وہ کچھ بھی نہ کرتے تو ان پر کچھ گناہ نہ تھا اسی طرح اگر وہ دس میں شریک ہوں تو بھی ان پر کچھ الزام نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر 15: قربانی کو اچھے انداز سے ذبح کرنا چاہیئے

حدیث نمبر 1:

شداد بن اوس سے روایت ہے (وہ فرماتے ہیں) دو باتیں میں نے یاد رکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر کام میں بھلائی فرض کی ہے جب تم قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو اور چاہئے کہ تم سے جو کوئی ذبح کرنا چاہے وہ چھری کو تیز کر لے اور اپنے جانور کو آرام دے (اور یہی مستحب ہے کہ چھری جانور کے سامنے تیز نہ کرے اور نہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرے اور نہ ذبح کرنے کے لئے کھینچ کر لے جائے)۔(مسلم شریف مترجم جلد نمبر 5 ص 209 ترجمہ علامہ وحید الزماں غیر مقلد کتاب الصید والذبائح باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحدید الشفرۃ)

حدیث نمبر 2:

ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کرنا چاہئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ایک مینڈھا سینگ دار لانے کا جو چلتا ہو سیاہی میں اور بیٹھتا ہو سیاہی میں۔اور دیکھتا ہو سیاہی

میں (یعنی پاؤں اور پیٹ اور آنکھوں کے گرد سے سیاہ ہو) پھر لایا گیا ایک مینڈھا قربانی کے لئے آپؐ نے فرمایا اے عائشہ چھری لا پھر فرمایا تیز کر لے اس کو پتھر سے تیز کر دی پھر آپؐ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑا اس کو لٹایا پھر اس کو ذبح کیا پھر فرمایا بسم اللہ یا اللہ قبول کر محمد ﷺ کی طرف سے اور محمد ﷺ کی آل کی طرف سے اور محمد ﷺ کی امت کی طرف سے پھر قربانی کی اس کی۔

حدیث نمبر 3:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنا پاؤں بکری کے سینے پر رکھ کر چھری تیز کر رہا تھا اور بکری اس کو دیکھ رہی تھی ۔آپؐ نے فرمایا تو نے پہلے ہی چھری کو تیز کیوں نہ کیا، تو اس کو دو بار مارنا چاہتا ہے۔

(ترغیب وترھیب مترجم جلد ا کا دوسرا حصہ ص903 باب الترھیب من المثلۃ بالحیوان)

جانور کو گھسیٹنا اور تکلیف پہنچنا

حدیث نمبر 4:

حضرت ابن سرین سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بکری کا پیر پکڑ کر ذبح کرنے کے واسطے اس کو گھسیٹ کر لے جا رہا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھ کو خرابی ہو موت کی طرف اس کو اچھی طرح سے ہانک۔

(ترغیب وترھیب ج اول کا حصہ دوسرا ص905 ترجمہ مولانا عبدالقہار مطبوعہ محمدی مسجد کراچی)

مسئلہ نمبر 16: تکبیر پڑھ کر ذبح کرنا

حدیث:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی دو مینڈھوں

کی جو سفید تھے یا سفید اور سیاہ سینگ دار آپ نے ذبح کئے ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے اور بسم اللہ کہی اور تکبیر کہی اور پاؤں رکھا ان کی گردن پر کاٹتے وقت تاکہ جانور اپنا سر نہ ہلا سکے اور تکلیف نہ پائے۔ (مسلم مترجم علامہ وحید الزماں ج 5 ص 216-217، کتاب الاضاحی باب استحباب الضحیۃ وذبحھا مباشرۃ بلا توکیل والتسمیۃ والتکبیر)

مسئلہ نمبر 17: جس کی طرف سے قربانی کی جائے ذبح کے وقت اس کا ذکر کرنا

حدیث:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا بقر عید میں عیدگاہ میں، جب آپؐ خطبہ پڑھ چکے تو منبر پر سے اترے اور ایک مینڈھا آیا آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ اللہ اکبر یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے اس شخص کی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی۔

(ابوداؤد اور مترجم علامہ وحید الزماں ج دوم ص 413 کتاب الضحایا باب فی الشاۃ یضحی بھا عن جماعۃ)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ثواب میں دوسرے آدمی کو شریک کیا جا سکتا ہے بلکہ کئی آدمیوں کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ دوسرے ایسا کہنا ضروری نہیں یعنی فرض واجب یا سنت موکدہ وغیرہ نہیں ہے صرف مستحب عمل ہے۔ (دیکھئے نووی شرح مسلم)

مسئلہ: اسی مسئلہ سے ملتا جلتا ایک مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی قربانی خود نہیں کر سکتا کیا اس کا قربانی کرتے وقت اپنی قربانی کے پاس کھڑا ہونا ضروری ہے۔

اس بارے میں احادیث دونوں قسم کی ہیں جس کی وجہ سے فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی قربانی کے سامنے ہو تو بہتر ہے۔ ضروری نہیں۔

قربانی کے پاس حاضر ہونے کی حدیث:

امام منذری شافعی نقل کرتے ہیں ابو القاسم اصبہانی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہو جاؤ اور اپنی قربانی کے پاس موجود رہو کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ کے گرتے ہی تمہارے سارے گناہ بخشے جائیں گے اور یہ قربانی خون اور گوشت سمیت ستر مرتبہ بڑھا کر لائی جائے گی اور تمہارے میزان میں رکھی جائے گی۔ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی خاص ہے کیونکہ وہ خاص خوبیوں کے لائق ہیں جن کے ساتھ وہ مخصوص کئے گئے ہیں یا یہ فضیلت آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کے لئے ہے؟ فرمایا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خصوصاً اور سب مسلمانوں کے لئے عموماً یہی ثواب ہے۔

ہمارے بعض مشائخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ واللہ اعلم (ترغیب وترہیب مترجم مولانا عبد القہار جلد اول کا دوسرا حصہ ص 900 وص 901)

اس حدیث سے قربانی کے پاس حاضر ہونے کا جواز نکلتا ہے۔ جو فقہاء ضروری نہیں سمجھتے وہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں آپ کا اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کرنے کا ذکر ہے۔ کیونکہ آپؐ کی ازواج مطہرات وہاں پر موجود نہیں تھیں بلکہ انہیں قربانی کا گوشت ملنے پر اس قربانی کی اطلاع ہوتی۔ (دیکھئے بخاری شریف)

مسئلہ نمبر 18: اونٹ کو نحر کرنے کا طریقہ

حدیث:

عبد الرحمن بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب اونٹ کا بایاں پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے اس کو نحر کرتے تھے۔

(ابوداؤد مترجم علامہ وحید الزماں ج دوم ص 31 کتاب الضحایا باب کیف نحر البدن)

مسئلہ نمبر 19: قربانی کے جانور میں سے اگر بچہ نکل آئے تو اس کا حکم

اس مسئلہ کی دو شقیں ہیں۔

پہلی شق: اگر بچہ زندہ نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے۔

دوسری شق: اگر بچہ مردہ نکل آئے تو اس کا حکم کیا ہے۔

پہلی شق کے متعلق فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ اس کو بھی ماں کی طرح ذبح کر دیا جائے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ذبح کرنے کا حکم فرماتے ہیں دیکھئے فقہ حنبلی کی مشہور کتاب المغنی ابن قدامہ ج 13 ص 310 جمہور فقہاء بھی یہی فرماتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہ کے متعلق علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 620ھ فرماتے ہیں عن ابی حنیفۃ لا یذبحہ و یدفعہ الی المساکین حیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کو ذبح نہ کرے بلکہ وہ زندہ ہی مساکین کو دے دے۔ (المغنی ج 13 ص 375)

امام صاحب کے اس قول سے ذبح کرنے کی نفی نہیں ہوتی آپ کے نزدیک ذبح کرنا بھی ہے۔

دوسری شق کے متعلق فقہائے کرام کے دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ وہ مردہ بچہ جو بکری، گائے، بھینس، بھیڑ اور اونٹنی وغیرہ کے پیٹ سے نکلا ہے اس کا کھانا جائز ہے ماں کے حلال کرنے سے وہ مردہ بچہ بھی حلال ہی سمجھا جائے گا جو فقہاء کھانے کے قائل ہیں ان میں بھی یہ اختلاف ہے۔ کہ وہ بچہ مکمل ہو اور اس پر بال آ گئے ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں مطلقاً کھانا جائز ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا کھانا مکروہ ہے۔ موطا امام محمد میں ہے۔

ابو حنيفة كان يكره اكله حتى يخرج حيا فيذكى

لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے کھانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ سوائے اس کے وہ زندہ نکل آئے تو ذبح کیا جائے۔ (موطا امام محمد مترجم ص 339)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہائے کرام جو اس مردہ بچے کو جو ماں کے پیٹ سے نکلا ہے کھانے سے منع کرتے ہیں ان کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی دلیل:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ

تم پر حرام کئے ہیں مردار جانور۔ (پارہ نمبر 2 سورۃ بقرہ آیت نمبر 173)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردار کھانے سے منع فرمایا اور یہ بھی مردار ہے اس لئے یہ بھی منع ہے۔ مردار وہ جانور ہے جس کا ذبح کرنا فرض ہو، اور وہ بغیر ذبح کے مر جائے۔

دوسری دلیل:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ

تم پر حرام ہے مردار جانور۔ (پارہ نمبر 6 سورۃ المائدہ آیت نمبر 3)

تیسری دلیل:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً

میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کھانا حرام مگر یہ کہ مردار ہو۔ (پارہ نمبر 8 سورۃ انعام آیت نمبر 145)

چوتھی دلیل:

انما حرم علیکم المیتہ

تم پر حرام کئے ہیں مردار جانور۔ (پارہ نمبر 14 سورۃ النحل آیت نمبر 115)

پانچویں دلیل:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ۔

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مرا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا۔

(المائدہ آیت نمبر 3)

امام صاحب فرماتے ہیں جو بچہ ماں کے پیٹ میں مرا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے والا ہو مگر جب اس کی ماں کو ذبح کیا گیا وہ ماں کا گھوٹنے سے مرا ہو۔ اس لئے احتیاط کا پہلو یہ کہ اسے کہا۔

چھٹی دلیل:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ

(سورۃ الانعام آیت نمبر 121)

اور اس (جانور) میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو بے شک یہ کھانا گناہ ہے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ اس مردہ بچے کا کھانا منع ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔

ساتویں دلیل:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۔

سوتم کھاؤ اس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا ہو اللہ کا اگر تم کو اس کے حکموں پر ایمان ہے۔ (سورۃ انعام آیت نمبر 119)

قرآن حکیم میں اس قسم کی بہت سے آیات ہیں جن میں مردار جانور کو کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

آٹھویں دلیل:

حدیث:

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکار کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا جب تو اللہ کا نام لے کر تیر مارے اور پھر وہ جانور اگر تجھے مرا ہوا ملے تو تو اس کو کھالے ہاں مگر جب یہ جانور پانی میں گر پڑے اور معلوم نہ ہو کہ یہ پانی میں گرنے یا تیر کے صدمہ سے مرا تو تو اسے مت کھا۔

(سنن نسائی کتاب الصید والذبائح باب فی الذی یرمی الصید فیقع فی الماء)

پس آپ نے زہوق حیات کے سبب میں شک واقع ہونے کے وقت اکل صید کو حرام قرار دیا ہے اور بالکل یہی بات جنین میں موجود ہے کہ کچھ پتہ نہیں کہ وہ ذبح ام کی وجہ سے مرا ہے یا سانس گھٹ جانے کی وجہ سے مرا ہے۔

نویں دلیل:

حدیث:

عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

احلت لنا میتتان و دمان فاما المیتتان فالحوت والجدا دواما الدمان فالکبدو الطحال

میرے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے ہیں دو مردار سے مراد تو مچھلی اور ٹڈی

ہے اور دو خون سے مراد کلیجی اور تلی ہیں۔ (ابن ماجہ ابواب الاطعمۃ باب الکبد والطحال)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے بایں طور کہ حدیث میں تو صرف دو مرداروں کی حلت آئی ہے اور یہ تیسرا مردہ ہے جس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

دسویں دلیل:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حضرت ابراہیم نخعی کا اثر بھی حجت ہے جس کو امام محمد نے موطا میں اور کتاب الآثار میں روایت کیا ہے۔

عن ابراہیم انہ قال لا تکون زکوۃ نفس زکوۃ نفسین

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ فرمایا انہوں نے ایک جان کا ذبح کرنا دو جانوں کے قائم مقام نہیں ہوتا۔ (موطا امام محمد مترجم ص339۔ کتاب الآثار مترجم ص585)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں شبہ سے بچنے کا حکم موجود ہے۔ مثلاً

حدیث:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 46ھ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی۔ ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں ان کو بہت سے لوگ نہیں جانتے سو جو شخص ان مشتبہات سے بچا تو اس نے اپنا دین اور عزت بچالی اور جو مشبہات میں جا پڑا تو (گویا) وہ حرام میں جا پڑا جیسے چراگاہ کے اردگرد جانوروں کو چرانے والا قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔

(بخاری ج 1 ص 13، ابن ماجہ ص 296 ابواب الفتن باب الوقوف عند الشبہات)

حدیث:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی 50ھ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ چیز چھوڑ دے جو تجھے تردد اور اشتباہ میں ڈالے اور ایسی چیز اختیار کر جو تیرے لئے باعث تردد نہ ہو کیونکہ خیر باعث اطمینان اور شر باعث شک ہے۔

(مستدرک حاکم ج 2 ص 12)

ان روایات سے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس مردہ بچے میں شک پڑ گیا ہے کہ حلال ہے یا حرام۔ تو شک سے بچنا ہی بہتر ہے۔ اور قرآن کے مطابق ہے۔ اس لئے جنینین کا کھانا منع ہے۔

مسئلہ نمبر 20: قربانی کے گوشت کو تقسیم کرنے کا طریقہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ۔

اور یاد کریں وہ اللہ کے نام کو معلوم دنوں میں اس چیز پر جو اللہ نے ان کو روزی دی ہے مویشیوں میں سے پس کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ مصیبت زدہ محتاج کو۔

(پارہ نمبر 17 سورۃ الحج آیت نمبر 28)

اس آیت سے گوشت کے متعلق دو باتیں ثابت ہوئیں نمبر 1 قربانی کرنے والا خود بھی کھائے۔ نمبر 2 فقیروں (محتاجوں، غریبوں) کو بھی کھلائے۔

دوسری آیت:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ۚ

پس کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ قناعت کرنے والے اور بے قرار شخص کو۔

(سورۃ الحج آیت نمبر 36)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم خود بھی کھاؤ اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔ البتہ

محتاجوں کی دو قسم اس آیت میں بیان ہوئی ہیں۔

حاشیہ ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد جالندھری ص 324 میں ہے فائدہ: محتاج دو بتائے پہلا وہ جو مانگتا نہیں اور دوسرا وہ جو مانگتا ہے۔

حدیث:

عبداللہ بن واقد سے روایت ہے منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانیوں کا گوشت کھانے سے تین دن کے بعد عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کہ میں نے یہ عمرہ سے بیان کیا انہوں نے کہا سچ کہا عبداللہ نے میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا وہ کہتی تھیں چند لوگ دیہات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آئے عیدالاضحیٰ میں شریک ہونے کو (اور وہ لوگ محتاج تھے) تو آپؐ نے فرمایا قربانی کا گوشت تین دن کے موافق رکھ لو باقی خیرات کردو۔ (تاکہ یہ محتاج بھوکے نہ رہیں اور ان ک بھی کھانے کو گوشت ملے) اس کے بعد لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ اپنی قربانیوں سے مشکیں بناتے تھے۔ (ان کی کھالوں کی) اور ان کی چربی کو پگھلاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب کیا ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ آپؐ نے منع فرمایا قربانیوں کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے (اور اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ قربانی کا کوئی جز تین دن سے زیادہ رکھنا نہ چاہئے) آپؐ نے فرمایا میں نے تم کو منع کیا تھا ان محتاجوں کی وجہ سے جو اس وقت آ گئے تھے۔ اب کھاؤ اور رکھ چھوڑو۔ اور صدقہ دو۔ (صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب النہی عن اکل لحوم الاضاحی)

حدیث:

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مدینہ کے لوگوں مت کھاؤ قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ لوگوں نے شکایت کی آپ سے کہ ہمارے بال بچے۔ نوکر چاکر ہیں (اس لئے ضرورت پڑھتی ہے گوشت رکھ چھوڑنے کی)

آپؐ نے فرمایا کھاؤ اور کھلاؤ اور رکھ لو یا رکھ چھوڑو۔
(صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب النہی عن الکل لحوم الاضاحی)

حدیث:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کی صبح کو اس کے گھر میں اس گوشت میں سے کچھ نہ رہے (کھا لے اور تقسیم کردے دوسرے سال لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہ کیا اب بھی ہم سال گذشتہ کی طرح کریں؟ آپؐ نے فرمایا (نہیں) کھاؤ۔ کھلاؤ۔ جمع بھی رکھو اس سال چونکہ لوگ بھوک (قحط) میں مبتلا تھے اس لئے میرا خیال تھا کہ اس طرح ان لوگوں کی مدد ہوجائے۔
(صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب مایوکل من لحوم الاضاحی)

قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ تین حصے کرنا بہتر ہے۔ یعنی ایک اپنے لئے۔ جس سے کھاؤ والا حکم پورا ہوتا ہے۔ رشتہ داروں، عزیزوں، ہمسایوں کے لئے میں کھلاؤ والا دوسرا حکم پورا ہوتا ہے محتاجوں کے لیے صدقہ کرنے سے تیسرا حکم پورا ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر 21: قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنا جائز ہے

حدیث:

امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ ہم سے روایت کیا ابوزبیر نے انہوں نے روایت کیا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے کہا کہ روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا۔ اس کے بعد فرمایا کھاؤ۔ توشہ بناؤ۔ اور جمع رکھو۔

اس روایت کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 189ھ نے فرمایا اسی پر ہمارا عمل ہے کہ تین دن سے زیادہ گوشت جمع کرنے اور توشہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ ممانعت

فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری ارشاد پہلے قول کو منسوخ کرتا ہے سو اس کو ذخیرہ کرنے اور توشہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اکثر فقہاء کا قول ہے۔

(موطا امام محمد ص 281 کتاب الضحایا باب لحوم الاضاحی)

نوٹ: موطا امام مالک اور موطا امام محمد یہ دونوں حدیث کی مشہور اور اولین کتب میں شمار ہوتی ہیں۔ امام مالک سے روایت کرنے والے آپ کے بہت سے شاگرد ہیں مگر ان میں سے دو سب سے زیادہ مشہور ہوئے ہیں۔

امام محمد کی خصوصیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ پہلے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی رہے ہیں۔ یہ حدیث کی دونوں کتابیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری سے بہت پہلے کی ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری کے تقریباً دادا استاد بنتے ہیں۔

مسئلہ 22: قربانی کرنے والے (قصائی) کو اجرت کے طور پر قربانی میں سے کچھ نہ دیا جائے

حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کا حکم دیا اور اُن کی سب چیزوں کو تقسیم کرنے کا گوشت، کھال، جھول نیز یہ کہ قصاب کی مزدوری میں قربانی کی کوئی چیز نہ دیں۔ (بخاری کتاب الحج باب یتصدق بجلود الھدی)

حدیث:

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کا بندوبست کروں اور اُن میں سے کوئی قصاب کی مزدوری

میں نہ دوں۔ (بخاری کتاب الحج لا یعطے الجزار من الہدی شیًا۔ ترجمہ: باب قصاب کو ذبح کرنے کی مزدوری میں قربانی کی کوئی چیز نہ دی جائے)

حدیث:

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں آپ کے قربانی کے اونٹوں پر کھڑا ہوں اور اُن کا گوشت اور کھالیں اور جھولے خیرات کر دوں اور قصاب کی مزدوری اس میں سے نہ دوں اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مزدوری قصاب کی ہم اپنے پاس سے دیں گے۔ (صحیح مسلم کتاب الحج باب فی الصدقۃ بلحوم الہدایا)

مسئلہ نمبر 23: کون کون سے جانور کی قربانی درست نہیں

حدیث:

عبید بن فروز سے روایت ہے کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کون سا جانور قربانی میں درست ہے تو براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے میں کھڑے ہوئے میری انگلیاں آپؐ کی انگلیوں سے چھوٹی اور حقیر ہیں اور میری پوریں آپؐ کی پوروں سے چھوٹی اور حقیر ہیں آپؐ نے چار انگلیوں سے اشارہ کیا اور فرمایا چار طرح کا جانور قربانی کے لائق نہیں ہے ایک تو وہ جس کا کانا پن بظاہر معلوم ہوتا ہو اور وہ بیمار جس کی بیماری بظاہر معلوم ہوتی ہے اور وہ لنگڑا جس کا لنگڑانا بظاہر معلوم ہو اور وہ دبلا جس کی ہڈی میں مغز نہ ہو میں نے کہا (یعنی اس حدیث کے راوی عبید بن فروز جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں) مجھے قربانی کے لئے وہ جانور بھی بُرا معلوم ہوتا ہے جس کا سن (دانت) کم ہو آپ نے (یعنی حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) فرمایا جو تجھے بُرا لگے اس کو چھوڑ دے لیکن اور کو منع نہ کر۔ (سنن ابی داؤد مترجم علامہ وحید الزماں جلد نمبر 2 ص 411 کتاب الضحایا باب ما یکرہ من الضحایا)

اس حدیث میں جانور کے چار عیبوں کا ذکر ہے۔

1- کانا 2- بیمار

3- لنگڑا

4- بہت ہی کمزور مریل یعنی ایسا دبلا جانور جس کی ہڈیوں میں گوشت نہ ہو۔

حدیث:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ قربانی کے (جانور کی) آنکھ اور کان کو ہم خوب دیکھیں (کہ اس میں ایسا نقص نہ ہو جس کے سبب سے قربانی درست نہ ہو) اور ہم ''مقابلہ'' اور ''مدابرہ'' حرقا'' اور شرقا'' کی قربانی نہ کریں (راوی کہتے ہیں) مقابلہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے کان کا اگلا حصہ کٹا ہوا ہو۔ مدابرہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے کان کا پچھلا حصہ کٹا ہوا ہو۔ ''خرقا'' اس جانور کو کہتے ہیں جس کا کان چھیدا گیا ہو (یعنی کان میں گول سوراخ ہو) اور شرقا اس جانور کو کہتے ہیں جس کا کان پھٹا ہوا ہو۔

(سنن دارمی کتاب الاضاحی باب مالا یجوز فی الاضاحی)

اس حدیث میں بھی جانور کے چار عیوب کا ذکر ہے۔ اور یہ چار عیوب ایسے ہیں جن کا ذکر پہلی حدیث میں نہیں ہے۔ اس طرح کل آٹھ عیوب ہو گئے۔

حدیث:

جری بن کلیب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا عضباء کی قربانی سے یعنی سینگ ٹوٹے یا کان کٹے جانور کی قربانی کرنے سے۔ (سنن ابوداؤد مترجم جلد 2 ص 412 کتاب الضحایا باب ما یکرہ من الضحایا)

اس حدیث میں ایک اور عیب کا ذکر ہوا ہے جو پہلی دونوں حدیثوں میں نہیں ہے وہ ہے سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی کرنا بھی منع ہے۔ اس طرح نو (9) عیب ہو گئے۔ اس حدیث میں

آپؐ نے جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ ہے عضباء۔ عضباء کس جانور کو کہتے ہیں وہ ہم مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں۔

قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے سعید ابن المسیب سے پوچھا عضب (یا عضباء) کس جانور کو کہیں گے انہوں نے کہا جس کا کان آدھے سے زیادہ کٹا ہو۔

(ابوداؤد مترجم علامہ وحید الزماں جلد 2 ص 412)

حدیث:

جری بن کلیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو۔ پھر میں نے اس کا تذکرہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا ہاں جب سینگ آدھا یا آدھے سے زیادہ ٹوٹ گیا ہو تو اس کی قربانی کرنا درست نہیں۔ اور اگر اس سے کم ٹوٹا ہو تو درست اور جائز ہے۔ (نسائی کتاب الضحایا باب العضباء)

حدیث:

عتبہ بن عبد سلمی کی ایک روایت میں آتا ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں منع کیا کسی جانور کی قربانی سے مگر ''مصفرہ'' اور ''مستاصلہ'' اور بخقاء اور مشیعہ اور کسرا سے۔ مصفرہ وہ ہے جس کا کان کٹا ہوا اتنا کہ سوراخ کان کا کھل گیا ہو، مستاصلہ وہ ہے جس کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ بخقاء وہ ہے جس کی آنکھ کی بینائی جاتی رہی ہو اور آنکھ قائم ہو۔ مشیعہ وہ جو لاغری اور ضعف کی وجہ سے بکریوں کے ساتھ نہیں رہ سکتی بلکہ پیچھے رہ جاتی ہے۔ کسراء وہ جس کا ہاتھ یا پاؤں ٹوٹ گیا ہو۔ (ابوداؤد کتاب الضحایا باب ما یکرہ من الضحایا)

دم کٹے جانور کا حکم

حدیث:

اس مسئلہ میں حدیثیں دونوں قسم کی ہیں ایک میں اجازت ہے دوسری میں منع ہم یہاں پر پہلے دونوں نقل کرتے ہیں پھر فقہاء نے جوان میں تطبیق دی ہے وہ ذکر کریں گے۔

اجازت والی احادیث:

پہلی حدیث:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے قربانی کے لئے ایک مینڈھا خریدا اتفاق سے ایک بھیڑیا آیا اور اس کی دم (چکی) کا حصہ نوچ کر کھا گیا میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا (کہ اس کی قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں) نبی علیہ السلام نے فرمایا تم اسی کی قربانی کرلو۔ (مسند احمد مترجم جلد نمبر 5 ص 237)

دوسری حدیث:

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ بھیڑیے نے میری بکری کی دم کاٹ لی ہے۔ کیا میں اس کی قربانی کرسکتا ہوں آپؐ نے اسے اجازت دے دی۔

(سنن الکبریٰ ج 9 ص 289)

منع والی حدیث:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھیں اور کان اچھی طرح دیکھیں اور ہم ایسے جانور جس کا کان آگے سے کٹ کر لٹکا ہو، پیچھے سے کان کٹ کر لٹکا ہو دم کٹے اور ایسا جانور جس کے کان میں گول سوراخ ہو قربانی نہ کریں۔ (سنن نسائی کتاب الضحایا المقابلہ وھو ما قطع طرف اذنھا)

فقہائے کرام نے ان دونوں قسم کی روایات میں یوں تطبیق دی ہے کہ اگر جانور کی تہائی 1/3 سے کم کٹی ہوتو قربانی صحیح ہوگی اور اگر زیادہ حصہ کٹ گیا ہے تو پھر قربانی جائز نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسئلہ:

جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دم وغیرہ کٹی ہوئی ہواس کی قربانی جائز نہیں (شامی)
(احکام وتاریخ قربانی ص43)

حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی ہدایہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

جامع صغیر میں امام صاحب سے روایت ہے کہ اگر دم یا کان یا آنکھ یا دنبہ کی چکی (جو سرین پر ہوتی ہے) میں سے تہائی یا اس سے کم مقطوع ہوتو قربانی جائز ہوگی اور اگر تہائی سے زائد کٹی ہو تو جائز نہ ہوگی پس تہائی تک قلیل ہے اور تہائی سے زائد کثیر ہے۔

دلیل یہ ہے کہ میت کے تہائی مال میں ورثہ کی رضا مندی کے بغیر وصیت نافذ کر دی جاتی ہے۔ پس تہائی کو قلیل شمار کیا گیا۔ اور اس سے زیادہ میں ورثہ کی رضا مندی کے بغیر وصیت نافذ نہیں کی جاتی تو تہائی سے زائد کو کثیر شمار کیا گیا۔ امام محمد سے ہشام کی روایت یہی ہے۔ اور صدر شہید نے کہا ہے کہ یہی اصح ہے کیونکہ ظاہر الروایت ہے۔ اور اس کے مطابق پوری تہائی تک حد قلت میں داخل ہے۔ (طلوع النہرین شرح ہدایہ آخرین ج5 ص333)

مولانا محمد عبداللہ روپڑی صاحب غیر مقلد کا حوالہ:

اس مسئلہ میں آپ سے سوال ہوا آپ نے جواب میں اہل سنت کے مذہب کے مطابق فتوی دیا۔ یہاں پر سوال اور جواب لکھا جاتا ہے۔

سوال: حدیث میں ہے قربانی کے جانور کے کان اور سینگ صحیح سالم ہولیکن بعض علماء کہتے ہیں کان آدھے سے کم کٹا ہو یا سینگ آدھے سے کم ٹوٹا ہوتو قربانی میں کوئی حرج نہیں کیا

یہ کہنا صحیح ہے۔ (شیخ محمد یعقوب نیو کلاتھ مارکیٹ لائلپور)

الجواب: ہاں صحیح ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضب القرن والاذن جانور قربانی کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اعضب سے مراد نصف یا اس سے زائد کان کٹا یا سینگ ٹوٹا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جانور کا آدھا یا آدھے سے زائد سینگ ٹوٹا یا کان کٹا ہو وہ قربانی کرنا منع ہے آدھے سے کم ہو تو پھر گنجائش ہے۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج2 ص231)

امام خطابی کا حوالہ:

امام خطابی ابوداؤد کی شرح معالم السنن میں حضرت براء بن عازب کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قربانی کے جانوروں میں معمولی (یعنی 1/3) عیب کی معافی ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ آپؐ نے فرمایا اس کا یک چشم ہونا صاف طور پر معلوم ہو رہا ہو۔ اس کی بیماری واضح ہو۔ اس کا لنگڑا پن نمایاں ہو اور جو عیب معمولی ہوگا وہ واضح طور پر نمایاں نہ ہوگا اور اس کی معافی ہوگی۔ (معالم السنن ج2 ص230)

دار النعیم

عمر ٹاور ● حق سٹریٹ اردو بازار ● لاہور

042-37360660 - 0301-4441805